Majallah-e-Tahqiq (ISSN 1991-699X)
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 44, Sr. No.133, 2023 pp 55 - 62

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیۂ علومِ شرقیہ
جلد ۴۴، شمارہ ۱۳۳، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۲۳ء

بابِ مزاح کا حرفِ آخر: مشتاق احمد یوسفی

☆ڈاکٹر شاہدہ یوسف

Abstract:

Mushtaq Ahmad Yusufi is a great humourist of the twentieth century. He has enriched his humour with sublime literary Armoury, which is enlightening the dark zones of our societal upheavals and inequalities. He has elevated his humour by employing rich classical diction, Magic and Artistry of craft with all the artistic tools of linguistic intricacies, such as unique simlies, extended metaphors, deep rooted Allusions self conflicting Paradoxes, sharp edged vocabulary, with tongue twisting phrases and proverbs.

His highend witticism has enlivened the entire landseup of his humour with cultural richness and civilization depth of the East and the West. His sense of humour has deep insights of Global vision with soft and fine connotations right from "CharaghTallay" to"Abe gum" His orbits ofhumour and witticism have constituted a galaxy of sparkling, playful, sprightly and refreshing wisdom with meritorious and artistic command.

مشتاق احمد یوسفی کے یہاں مزاح کا ارتقاع یافتہ رخ نظر آتا ہے۔استعداد و صلاحیت مزاح نگاری ان کی ذات کا باطنی جوہر ہے۔ان کا مزاح ایک ایسی تخلیقی سطح رکھتا ہے جس میں ایک زندہ انسان کا زندہ اور توانا لب ولہجہ صاف سنائی دیتا ہے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

ان کا مزاح Imported entity نہیں بلکہ ان کے بطون ذات کا کشف ہے اور ایک ایسی ہموار اور شفاف ندی سے مشابہ ہے جو اپنا راستہ خود بناتی ہے۔اس میں خود ساختہ نظریوں کی یورش اور Premeditated assumptions نہیں ہیں۔

وہ ایک عہد ساز اور عہد آفریں مزاح نگار ہیں۔ ذکاوت یا Wit ان کے مزاح کا ایک مقتدر عنصر ہے جس کی وساطت سے وہ اپنے قارئین کی اخلاقی اور عصری حسیت Moral Sensibility کو بیدار کرتے ہیں۔اور غیر متوازن تمدنی رویے جو ایک Obsession بن چکے ہیں۔ان کی وسیع البنیاد حس مشاہدہ کی فعالیت سے بیک وقت تہہ تیغ بھی ہوتے ہیں اور Highlight بھی۔صورت حال کا تضاد اور تقابل ان کے مزاح کو اساس اور بنیاد فراہم کرتا ہے۔

ان کے یہاں سچائیوں کی وہ شکلیں نظر آتی ہیں جو عام مشاہدہ سے درطہ احساس میں نہیں آسکتیں۔ ان کے یہاں برصغیر پاک و ہند کی لب گور تہذیبی اقدار کے ہی نہیں عالمی زاویہ ہائے نگاہ کی Devestating تصویریں معنیاتی ذکاوتوں کے حرف در حرف سلسلوں میں ڈھل کر اس طرح Humourise ہوجاتی ہیں کہ ان کے مشاہدہ کی تیزی اور دراکی کی داد دینا پڑتی ہے۔

اُردو تنقید کے ایک نامور نقاد حسن عسکری ۱۹۶۴ء میں لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا۔

"لوگوں کو رلانے کے لیے اتنے فن کی ضرورت نہیں جتنا انہیں ہنسانے کے لئے"۔(۱)

مشتاق احمد یوسفی نے بلا شبہ فن کی وہ سطح حاصل کر لی ہے تہذیب و شائستگی کی ایک ایسی سطح جو جھنجھلاہٹ، مایوسی اور زہر خند پیدا کرنے والے مزاح نگاروں میں نہیں ہوتی۔مزاح ان کے یہاں ایک سعی بیکار یا Wasteful Venture نہیں۔نہ ہی ان کے یہاں ایک قدر زائد یا لفظی تعیش ہے۔وہ حقائق و رسومات کی مسخ شدہ شکل اپنے قارئین کو دکھا کر اس سے بے مصرف لطف نہیں لیتے۔اور نہ ہی محض واقعات کا ہلکا پھلکا بیان Light Hearted Portrayal ان کا مقصد ہے۔مزاح ان کے یہاں ایک قدر اور Value کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ خوش فکر مزاح نگار فکر و احساس کے انوکھے منطقوں میں سفر کرتا ہے۔وہ اپنی استعداد مزاح کو ڈھلے ڈھلائے اور بے جان کلیشوں کے سپرد نہیں کرتے۔انکے یہاں زندہ و جاندار تحریفات بولتی اور جادو جگاتی ہوئی تراکیب، حیات افروز امیجز اور زبان کی ایک خوشگوار علمی سطح ان کے یہاں Elevated form of Humour کو جنم ہی نہیں دیتی، قائم بھی رکھتی ہے۔

ان کی اولین تصنیف "چراغ تلے" میں ان کا مضمون "یا دش بخیریا" انسانی رویوں میں Nostalgic Obsessions کی صورتوں کو سامنے لاتا ہے۔وہ اپنے کرداروں کے تہذیبی و علمی محاسن کی توضیح اور ان کی Character traits سے تفنن کے ساتھ گہرا تفکر بھی پیدا کرتے ہیں۔مضحک صورت حال

کی توضیح و توجیہہ میں ان کا وژن صرف لمحہ موجود کے حصار میں مقید نہیں رہتا۔ ان کی Interpretational Methodology میں تاریخی شعور کی بین السطور موجودگی، تہذیبوں اور مذاہب کا گہرا ژرف، اعصار ودہور کا گہرا گیان ان کے نظریہ مزاح کو ایک درجہ اول کی علمی و ادبی سرگرمی بنا دیتا ہے۔ ان کے یہاں مہابلی، ابوالفضل، چندر گپت، بلمور یہ محض علمی حوالے نہیں انسان کے اجتماعی شعور کی پیش رفت کا سراغ ہیں۔

انسانوں کے جذباتی اور ذہنی نظام کیمیا کی غلو آمیز لیکن لطیف توجیہات "صنف لاغر" (۲) اور "کاغذی ہے پیرہن" (۳) میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ کاغذی ہے پیرہن میں انہوں نے Intellectual Discussions اور Awareness of Art کے دعویداروں کی قلعی کھولی ہے۔ برلب سڑک قسم کی ذکاوت اور Witicism میں وژن کے فقدان اور بے جہت و بے زمام قسم کی نظریاتی توجیہات پر ان کی غلو آمیز Verbosity قابل ستائش ہے۔ آرٹ کی Parallel Theories کی از کار رفتہ اطلاقیت کا جواز جس طرح کچھ خوش فکر دلدادگان فن پیش کرتے ہیں وہ یقیناً ایک مضحک Phenomena ہے جس پر یوسفی صاحب نے ایک نئے اور انوکھے زاویے سے روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر مضمون ایک ایسا کینوس ہے جس میں ذہانت و برجستگی، تدبر و تفکر اور نزاکت احساس کی چکا چوند پیدا کرنے والی روشنیاں ہیں۔ مجنوں گورکھپوری نے بجا طور پر کہا تھا۔

"یوسفی کا قلم جس چیز کو بھی چھوتا ہے اس میں نئی روئیدگی اور بالیدگی پیدا کر دیتا ہے۔" (۴)

ماڈرن آرٹ کی Bohemian Forms اور توسیعات کا ایسا گہرا شعور Freudian Theories کا ایسا گہرا ژرف، ریماں اور ططیان کے مصورانہ شاہکاروں پر عالمانہ تبصرے، کوربے، فرنارڈ اور رینوا کے Nude School of Thought کے شاہکاروں کا بے محابا ذکر کار ظرافت کو ایک عالمانہ تہہ داری اور معراج عطا کرتا ہے۔

جمالیاتی Puritanism کی اصطلاح انہوں نے "ادھیڑ عمر کی" بے دلی ہائے تماشہ کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق، قسم کی کیفیت کے لئے وضع کی ہے اور آرٹ کی سٹریم لائنڈ فارم کو انہوں نے وضع داری کا مرقع اور طرح داری سے مبرا قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ وہ آرٹ کو ایک جمہوری عمل نہیں سمجھتے۔ اپنے اس موقف کی وضاحت اپنے ایک کردار ساجد کی زبانی اس طرح کرتے ہیں:

"اس قسم کی جذباتی تو رندی گرہستی زندگی میں بڑی کارآمد ثابت ہوتی ہے مگر آرٹ سوجھ بوجھ چاہتا ہے۔ یہ آرٹ سے زیادہ عقیدے کی تضحیک ہے۔" (۵)

ان کا مضمون "چارپائی اور کلچر" بھی خوش طبعی اور خوش فکری کے ساتھ ذکاوت کی گہری چمک، عہد گزشتہ کی رنگا رنگ مجالس کے مرقعے اور چارپائی سے وابستہ تہذیبی و ثقافتی رشتے، شخصی و قومی مزاح اور مصروفیات کے انوکھے اور سہانے مناظر کے بیان سے چارپائی کو ایک خود کفیل تہذیب کی آخری نشانی قرار دیا ہے۔

ان کے ایک اور مضمون "صنف لاغر" میں اجنتا کی تصویروں، مائیکل اینجلو کے مجسّموں، قدیم ایران میں نسوانی حسن کے چالیس معائیر، قلوپطرہ، نور جہاں، ممتاز محل اور آڈرے ہیپ برن کے جمالیاتی حربے ان کے مزاح کو ایسے Cross Roads سے آشنا کرتے ہیں جو اپنے عہد کی ہمہ جہت بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔

ان کے شعور کی روصورت حال کو روز وشب اور مقام ومناظر کی ایک سے زیادہ سطحوں پر دیکھتی ہے۔ان کے یہاں یہ Multiplicity of Approach انسانی شعور کے عمل وتعمل اور اختلاط وانطباق کے کئی رخ سامنے لاتی ہے۔

دنیا کے اطراف وجوانب میں پھیلی ہوئی سوچ کی Cross Currents ان کی صلاحیت مزاح کو ایسا اجتماعی وژن عطا کرتی ہے جو مزاح میں ذکاوت وذہانت کے عناصر پیدا کرتا ہے۔

خواتین کے حجم اور حدود اربعہ کے بارے میں کچھ اشعار کا Board Day-Light Massacar ملاحظہ ہو:

ے سمٹے تو دل عاشق پھیلے تو زمانہ ہے (۶)

ے تن کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں (۷)

ان کے مزاح میں دانائی اور زیرکی کے عنصر نے جہان دیگر کی سی کیفیت پیدا کر دی ہے وہ انسانی زندگی کی صداقتوں کو یک چشموں کے انداز سے نہیں دیکھتے وہ فکر وخیال کے بند اور گرد آلود دریچے کھولتے ہیں۔انکا مزاح تفکر اور تحیر میں مبتلا کرتا ہے۔وہ خندہ تیغ اصیل بھی ہے اور داغوں کی بہار کا مظاہرہ بھی۔

جارج میریڈتھ اپنے ایک مضمون۔۔۔

Eassay on Comedy and the uses of the Comic spirit میں لکھتے ہیں:

"To touch and kindle the mind through laughter demands more than sprightliness, a most subtle delicacy.(8)

مشتاق احمد یوسفی کے یہاں بھی ہنسی نزاکت احساس اور تفکر سے لبریز ہوتی ہے۔وہ تبسم زیرلب اور کھلکھلا کر ہنسنے ہنسانے کے ہر مرحلے سے واقف ہیں۔انکی شریعت مزاح میں:

ے دلیل طبع ناقص ہے بلند آواز سے ہنسنا

اس تبسم زیرلب اور اس شائستہ مزاح کے سرچشمے ایک دردمند دل سے پھوٹے ہیں جو افراد کی خامیوں اور کوتاہیوں میں بھی حسن وذکاوت کے پہلو دیکھ لیتا ہے۔مشتاق احمد یوسفی معاشرتی اور شخص قباحتوں پر اپنی نرم روحرف زنی کے بارے میں کہتے ہیں:

"ایک پیمبر کے دامن پر پڑنے والا ہاتھ گستاخ ضرور ہے مگر مشتاق وآرزومند بھی ہے۔

یہ زلیخا کا ہاتھ ہے خواب کو چھو کر دیکھنے والا ہاتھ۔۔۔۔۔۔۔۔

ے صبا کے ہاتھ میں نرمی ہے ان کے ہاتھوں کی(۹)

ان کا مزاح Tenderly Tolerant ہے۔ یہ مزاح تنفر آمیز یا Scornful نہیں۔ وہ "زرگزشت" کے مقدمہ تزک یوسفی میں رقمطراز ہیں:

"ماورائے تبسم وہ اہتزاز اور مزاح جو سوچ سچائی اور دانائی سے عاری ہے۔ دریدہ دہنی، پھکڑ پن اور ٹھٹھوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔"(۱۰)

انہوں نے اپنے مزاح کو خیال و بیان کے ہر زاویہ سے اور تہذیب و ثقافت کے ہر مرحلے سے فیض یاب کیا ہے۔ ان کا مزاح Humonour at its best ہے جو شراب کی طرح کسی اضافی مشروب کا مرہون احسان نہیں۔ انہوں نے لفظوں کو افادیت کی آخری حد تک استعمال کیا ہے۔

ان کے مضامین صیغے اینڈ ہل اسٹیشن، پروفیسر، ہوئے مر کے ہم جو رسوا، اسلوب کے اعتبار سے زبان و بیان کا شکار ہیں۔ پروفیسر قاضی عبد القدوس، مرزا صاحب، شیخ صبغت اللہ ان کے اسلحہ خانہ کے آلات حرب ہیں۔ یہ فعال اور مستعد Weaponry قارئین کی حدود مسرت اور ضابطہ اخلاقیات پر حرف نہیں آنے دیتی۔ ان کا واقعاتی مزاح اور انکے برجستہ فقرے ان کی کائنات مزاح میں روشن کارناموں کی طرح نمایاں ہوتے ہیں۔

مرزا صاحب، پروفیسر صاحب اور صبغے کے توسط سے ذہانتوں اور ذکاوتوں کے روشن نقطوں کی کہکشاں بن جاتی ہے۔ ان کے یہ کردار معاشرے کے کچھ Staunch رویوں کی مضحک تمثیل ہیں۔ وہ واقعاتی مزاح پیدا کرنے کے لئے تاریخ کے تہور آفریں اور پرشکوہ ابواب سے اپنے کرداروں سے مماثلتیں تلاش کر کے ایک مضحک صورت حال کو محض Mockery اور Jocular بنانے کی بجائے تاریخ کی دانش و بصیرت سے ظرافت عالیہ کی مثال قائم کرتے ہیں۔

"ہل سٹیشن" میں فرغوص کے اہتمام و انصرام سفر میں محمد شاہ رنگیلے کے تکلفات کا مظاہرہ وقت کی گرد میں دھندلائے ہوئے تاریخ کے کسی گم گشتہ دور کی یاد دلاتا ہے جس کے خال خال نمائندے اب بھی موجود ہیں۔ اس اہتمام مسافرت کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

"غالب کی طرح فرغوص تیغ و کفن ہی نہیں تختہ غسل اور کافور تک باندھ کر لے جانے والوں میں سے ہیں"۔(۱۱)

وہ جہالت پر مبنی Chronic Attitudes اور مریضانہ رویوں سے پیدا ہونے والی آلائشوں کو تنفر اور تنفس سے نہیں ہنسی اور قہقہوں سے Focus میں لاتے ہیں۔ برہمی، برافروختگی اور غیر صالح اقدار ان کی کائنات مزاح میں سبزہ بیگانہ یا Foreign Body کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے مزاح کو ایک خاص

ذہنی کلچر اور تاریخ وتمدنی بصیرت کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔

اپنے نقطہ نظر کے توازن اور اسلوب کی رومانیت پسندی کی وساطت سے غیر محسوس انداز میں ہی سہی وہ معاشرے میں پھیلے ہوئے مصائب کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مزاح ان کے یہاں ایک ہتھیار ہے جو زندگی کے منظر نامے پر پھیلے ہوئے انتشار وافتراق اور بے ترتیبی و بدنظمی کی ہمدردانہ توجیہہ کر کے زندگی میں عالی ہمتی، عالی ظرفی اور جمالیاتی اقدار کے لئے راہیں ہموار کرتا ہے۔

☆ رشید احمد صدیقی بجا طور پر رقمطراز ہیں:

"طنز وظرافت کسی کی آبروریزی یا اپنی نالائقی کی تسکین کیلئے نہیں بلکہ معاشرے کی اصلاح وارتقا کے لئے ہوتی ہے۔"(۱۲)

ان کے یہاں مزاح کی تشکیل جن محاکاتی پیکروں اور نظریاتی ہیولوں کی وساطت سے ہوئی ہے۔ وہ زعم باطل میں مبتلا سہی اور زندگی کی الجھنوں اور پریشانیوں میں ان کا بہت بڑا حصہ سہی لیکن یہی تصوراتی ہیولے اور حقیقی پیکر زندگی کے نشیب وفراز کا احساس بھی دلاتے ہیں اور قاری کے لئے سرخوشی اور لطف و مسرت کے در بھی وا کرتے ہیں۔

زرگذشت ان کی آشفتہ سری اور خاک بسری کی داستان سہی لیکن یہ سوانح عمری ان کی ذات کے تنگنائے سے نکل کر ایک ہشت پہلو آئینہ میں تبدیل ہوگئی ہے جہاں "چاتر مزاح نگار الف لیلہ کی شہرزاد کی طرح ایک ہزار کہانیاں سنا کر اپنی جان اور آبرو صاف بچالے جاتا ہے"۔ (۱۳)

یہاں ہر قبیلہ، ہر قماش اور ہر موقف کے لوگ ہیں۔ پیشہ ور حکیموں کا احوال اور سروس سٹرکچر کا کھوکھلا پن ان کی عقابی نگاہوں کے سامنے ہے۔ زرگذشت کے نگارخانے میں کرسی نشیں بھی ہیں اور حاشیہ بردار بھی، قلم برداشتہ بھی ہیں اور دل برداشتہ بھی، مسٹر اینڈرسن بھی ہیں اور مس ریمزڈن بھی، مسٹر میکفرن نیو ئن لطیفی صاحب، چاچا فضل دین غرض کرداروں اور رویوں کا ایک حجلہ پندار ہے، جہاں معمولات روزگار کی Playful Frustrations رفیقان کار کی چہلیں اور خوش فکریاں Inevitable Scandals غرضیکہ اپنے کیریئر کے سب پست و بلند، نشیب وفراز، بار الم، دفتری نفسیات اور فراستیں، بے بنیاد قیاس آرائیاں، رفیقان کار، کی صلاحیت عشق بازی، مارواڑی خواتین کی سراپا نگاری، صنف نازک کے بیان میں عمومی، اجتماعی اور رضا کارانہ تبصرے اس ضمن میں مس ریمزڈن کی سراپا نگاری کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے:

"چھوٹے چھوٹے تر چھے قدموں سے Wriggle کر کے کمر اور اس کے معلقات کو دائیں بائیں جھولا جھلاتی دوسرے مرحلے کو کولہے See-Saw کی مانند اس طرح اوپر نیچے ہوتے کہ آنکھیں باؤلی ہوجاتیں۔ ڈھلمل خطوط اب کھینچ کے تلوار بن گئے۔ ایک قدم

چلی تو سینہ دو قدم آگے آگے چلتا۔ کوسوں بڑھے ہوئے ہیں پیادے سوار سے"(۱۴)

بہ اس ہمہ تہذیب و شائستگی ان کی یہ سراپا نگاری Uproarious بھی ہے اور Bold بھی۔ اور اس میں لکھنوی شاعری کو منفعل و خجل کرنے کی پوری صلاحیت ہے لیکن اس کے باوجود بے باک مقامات اظہار Malhandling سے ناگواری کی ایک سطح جو ایک اوسط درجے کے مزاح نگار کے یہاں آسانی سے ابھر سکتی تھی۔ اس کا شائبہ تک بھی نہیں۔

تقاضائے موضوع اور اسلوب کے شکوہ کی بدولت ان کے مزاح میں برگزیدگی کی ایک چھاپ دکھائی دیتی ہے ان کا یہ بے محابا اور برملا اظہار Misplaced اور Misfired نہیں ہوتا۔ ان کی خوشدلی اور مرحمت اور ان کا رچا ہوا ادبی ذوق ان کے مزاح کو واردات قلبی بنا دیتا ہے۔

ان کے مزاح میں امریکی عناصر مزاح کی تنگ دامانی اور Suffocation نہیں بلکہ انگریزی مزاح کے جہان دیگر اور ذکاوت کی رمزیں ہیں ان کے یہاں Lucian کی نزاکت احساس، Horace کی ذکاوت لفظی اور Boccaccio کا واقعاتی مزاح اور پھر ان کے اسلوب کی مشرقیت، گہرائی اور پیچداری اس مزاح ناب کو چہار آتشہ بنا دتی ہے۔ مزاح میں انہوں نے بالواسطہ اور براہ راست سب حربے استعمال کئے ہیں۔ ہنری برگسان کے مجوزہ طریقہ ہائے مزاح جن میں Inversion اور Reciprocal Interference of Series کی تکنیک شامل ہیں۔ یوسفی کے واقعاتی اور اسلوبیاتی مزاح کے طبع زاد حربوں کے سامنے محض ایک فارمولا بن کر رہ جاتے ہیں۔

لطف ورچاؤ اور علم فضل کو ہم آمیز کرنے کے فن کیمیا سے وہ بخوبی واقف ہیں۔ ''زرگذشت'' اور آب گم تک آتے آتے ان کے مزاح میں Sataristical Elements کی افراط نظر آتی ہے۔ ''آب گم'' کے خاکدان میں کچھ خاک بسر لوگ زندگی کی گم گشتہ آب کی تلاش میں نہ صرف سرگرداں ہیں بلکہ زندگی کی تفہیم کی سعی نامشکور میں بھی مصروف ہیں۔

زندگی بے بضاعت اور بے آب سہی اور ''آب گم'' ایک عشرہ رائیگاں کا حاصل سہی لیکن زندگی اس کینوس پر اتنی مکمل ہے اور یوسفی کے فلسفیانہ اور تجزیاتی ذہن نے تاریخ کے پرشکوہ استعاروں اور بین الاقوامی توجیہات سے تشکیل پانے والے بصیرت کے ایسے سرچشمے تخلیق کیے ہیں جو کسی آب حیات کا سراغ دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بظاہر داماندگی شوق کی یہ پناہیں کسی ارتقا کے زینے کا راستہ بھی دکھاتی ہیں۔ سکول ماسٹر کا خواب، اس کی فیوڈل فیٹسی کابلی والا اور الہ دین بے چراغ، دھیرج گنج کا پہلا یادگار مشاعرہ، ماضی پرست انسانوں کی ذہنی ترنگیں علمیت اور ہمہ دانی کے ازکار رفتہ مظاہرے، خود داروں کی مصدقہ نالائقیاں، بزرگوں کی مشفقانہ تواضع، انٹرویو لینے والوں کی Paradoxical نکتہ طرازیاں اغیار کے مطالعہ حسن کی بالاستعجاب و بلاستصیاب تفاصیل نائٹ کلب اور سپر ٹیز ڈانسرز کے بزبان غیر تذکرے اور شرح آرزو

کے بالواسطہ حوالے اور ہر لفظ کے معنوی اور فکری امکانات کا آخری حد تک استعمال،مثلاً

"وہ یہ جانتا ہے کہ ادب اور صحافت میں ضمیر فروش سے بھی زیادہ ایک اور قبیلہ بھی ہوتا ہے
جسے مافی الضمیر فروش کہنا چاہیے۔"(۱۵)

یوں تو ان کا مزاح تخلیقی عمل کے کسی مرحلے میں بھی Brainless نہیں تھا لیکن آب گم میں انھوں نے اسے Mere amusement کی سطح سے اٹھا کر دانائی وزیر کی آخری حدود تک پہنچا دیا ہے اور وہ ایک درخشاں اور روشن ذہنی کارنامے سے مماثل ہو چکا ہے جہاں گیان اور نروان کا کشف خندہ برملا کو بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔

حواشی:

۱۔ محمد حسن عسکری، مجموعہ حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء صفحہ ۱۰ ۲۳۔

۲۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، کراچی، مکتبہ دانیال، ۵۸۹۱ء اشاعت پنجم، صفحہ ۱۴۷۔

۳۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، کراچی، مکتبہ دانیال، ۵۸۹۱ء اشاعت پنجم، صفحہ ۱۶۷۔

۴۔ فلیپ، چراغ تلے، تبصرہ از مجنوں گورکھپوری۔

۵۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، صفحہ ۹۶۱۔

۶۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، صفحہ ۱۵۳۔

۷۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، صفحہ ۱۵۱۔

8- George Meredith, the works of George Meridith, London, 1919,vii. p.7

۹۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، کراچی مکتبہ دانیال، ۶۹۹۱ء اشاعت دوازدہم صفحہ ۹ (دست زلیخا دیباچہ)

۱۰۔ مشتاق احمد یوسفی، زرگذشت، کراچی، مکتبہ دانیال، ۲۹۹۱ء، اشاعت ششم، صفحہ ۱۴۔

۱۱۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، صفحہ ۱۴۸۔

۱۲۔ رشید احمد صدیقی، سہ ماہی فکر و نظر، علی گڑھ، شمارہ ۲، ۱۹۷۳ء صفحہ ۳۸۔

۱۳۔ مشتاق احمد یوسفی، زرگذشت، صفحہ ۱۳۔

۱۴۔ مشتاق احمد یوسفی، زرگذشت، صفحہ ۳۲۳۔

۱۵۔ مشتاق احمد یوسفی، آب گم، کراچی مکتبہ دانیال، ۶۹۹۱ء، اشاعت سوم، صفحہ ۶۱۔

☆☆☆☆